شکلوں میں ہماری اپنی خواہشات ہیں۔ یہ خواہشات باہم مل گھل کر ایک مجسم پتلا بنادیتی ہیں جس کا نام انسان ہے اور جس میں قوّتِ فکر و خیال اور ''ما و من'' کی قوّتِ ارادی پائی جاتی ہے ۔ اس طرح ''من و تو'' کی تفریق، یعنی اپنی ذات اور ماحول یا سوسائٹی کے درمیان امتیاز قائم ہو جاتا ہے۔ یہ علیحدگی خارجی اور باطنی خلفشار کا پیش خیمہ ہے۔ ایسی مسلسل کیفیت سے جس میں عیاں اور نہاں تحریکیں دونوں رہا کرتی ہیں ، پوری آگاہی ہو جانے کا نام مراقبہ ہے۔ مراقبہ ہی کی بدولت نفسانی خواہشات اور مکروہات سے آزاد ہو کر تزکیۂ نفس حاصل ہوتا ہے۔ اگر ان اثرات واقتدار سے ہم کو آزاد ہونا ہے، جن سے ہماری نفس پروری ہوتی ہے تو خود شناسی نہایت ضروری ہے۔ اسی آزادی میں قوتِ تخلیق ، انکشاف حقائق ، یا نورالٰہی خواہ اس کو کوئی بھی نام دیا جائے، حاصل ہوتا ہے،

بچپن ہی سے رائے عامہ اور قدیم روایات کا اثر ہمارے خیالات اور جذبات میں سرایت کرنے لگتا ہے۔ اثراتِ گردو پیش اور تصورات کا ایسا زبردست اور دائمی نقش ہم پر جم جاتا ہے کہ اس سے ہماری معلوم و نیز نامعلوم زندگی کی چال ڈھال پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ تعلیم کے ذریعہ اور سوسائٹی کے اثر سے تقلید پرستی بچپن ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ نقل و تقلید کی خواہش نہ محض فروعی و سطحی طور پر بلکہ غایت درجہ ہماری زندگی کا ایک قوی عنصر ہے۔ ہمارے خیالات اور جذبات میں شاذو

نادر آزادی کا رنگ ہوتا اور گاہے ماہے جب کبھی ایسے خیالات اور جذبات پیدا بھی ہوتے ہیں تو وہ زیادہ تر محض ایک معکوس تحریک کا نتیجہ ہوتے ہیں اور اس لیے وہ مسلمہ طرز عمل کے ماتحت ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ ردّ عمل میں کسی قسم کی آزادی نہیں ہوتی۔

فلسفہ اور مذہب ہمیں یہ برابر سکھاتے رہتے ہیں کہ ان کے بتائے ہوئے طریقوں اور اصولوں پر اگر ہم کاربند ہوں تو حق کا انکشاف یا خدا کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ چاہے وہ طریقے روزمرہ کی معاشرتی زندگی میں کتنے ہی مفید نظر آئیں لیکن کسی مخصوص طریقہ کی پیروی کرنے سے غیر مکمل زندگی اور نادانی باقی رہتی ہے۔ تقلید کے تقاضے سے، جو دراصل تحفظ کی خواہش ہے، خوف پیدا ہوتا ہے، اور اس سے سیاسی اور مذہبی قائدین کو ، نیز ایسے پیشواؤں اور سور بیروں کو فوقیت ملتی ہے جو اطاعت گزاری پر زور دیا کرتے ہیں اور جو خواہ نرم یا گرم طریقوں سے اپنی حکومت کا سکہ ہم پر جما لیتے ہیں۔ لیکن تقلید سے انحراف کرنا بھی تو اختیار اور اقتدار کے خلاف صرف ردّ عمل کی تحریک ہے۔ ایسی تحریک سے کسی طرح انسانوں کی شخصیت کو مکمل کرنے میں مدد نہیں ملتی۔ انعکاس کی بھی کہیں انتہا نہیں ہو سکتی ، کیونکہ اس سے پھر ردّ عمل کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ تقلید اور مطابقت کی تہہ میں خوف و ہراس کی موجودگی سے بڑی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حقیقت کے محض ذہنی اعتراف سے وہ